UNIVERSAL
LIBRARY
OU-234239
UNIVERSAL
LIBRARY

۷۸۶
۲۳۶۹

خیابانِ ادب

بچّوں کیلئے

انگریزی سے دلچسپ کہانیوں کا ترجمہ

از

قیصر

باہتمام منشی عبدالعزیز خاں پرنٹر
عزیزی پریس آگرہ میں چھپیں

فہرس مضامین

نمبر	مضمون	صفحہ
[illegible]	نذر	۳
[illegible]	سورج	۴
[illegible]	بارش	۶
۴	دھوپ اور بارش	۷
۵	بجلی اور طوفان	۸
۶	قوس قزح	۱۱
۷	قوس قزح اور چھوٹا گیند	۱۲
۸	صدائے بازگشت	۱۴
۹	چشمہ	۱۶
۱۰	کام چور	۱۷
۱۱	سیب	۲۰
۱۲	گرم گرم حلوہ	۲۱
۱۳	اخروٹ کا چھلکا	۲۳
۱۴	دفینہ	۲۴

نمبر	مضمون	صفحہ
۱۵	انگور	۲۵
۱۶	پھول	۲۷
۱۷	غریبوں کی مدد	۲۸
۱۸	شاہ دانہ	۳۰
۱۹	آموں کی تقسیم	۳۲
۲۰	صبر کی بوٹی	۳۴
۲۱	امرود کا درخت	۳۵
۲۲	مرغی	۳۸
۲۳	کوئل	۳۹
۲۴	بندر	۴۱
۲۶	گائے	۴۲
۲۷	جیبی گھڑی (نظم)	۴۵
۲۸	ماں کی مامتا "	۴۶
۲۹	بچہ اور چراغ "	۴۷
۳۰	بہادر لڑکا "	۴۹
۳۱	باپ بیٹوں کو وصیت کرتا ہے "	۵۳
۳۲	سچائی کا زور "	۵۸

نذر

بحضور شہزادی عابدہ سلطان صاحبہ

اطال اللہ عمرہا وقدرہا

بھوپال
یکم شوال سنہ ۱۳۳۴ ہجری

دعا گوئے دولت و اقبال
قیصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُورج

ایک مرتبہ شام کو جبکہ بالکل اندھیرا ہوگیا تھا۔ ایک غریب عورت اپنے دونوں لڑکوں سمیت کھیت سے واپس آرہی تھی اُنھوں نے چراغ جلتے دیکھا، حامد نے تعجب سے کہا کہ مکان میں تو یقیناً کوئی نہیں ہے۔ پھر چراغ کس نے روشن کیا، محمود نے جواب دیا کیوں! سوائے ہمارے باپ کے اور کون ہوسکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وہ کھیت سے واپس آگئے ہیں۔ بچّوں نے اُسے تلاش کیا اور گھر کے ایک کمرے میں پالیا۔

دوسرے دن ماں باپ اور لڑکے اپنے کھیت میں سوکھی گھاس جمع کر رہے تھے۔ جب سورج اپنی چمک دمک کے ساتھ نکلا تو دونوں بچّے اس کو دیکھکر بہت خوش ہوئے۔ لڑکوں کے باپ نے کہا کہ کل تم نے فوراً گمان کرلیا تھا

کہ میں نے اپنے کمرے میں لیمپ روشن کیا ہے کیا تم بھول گئے جسے تم دیکھ رہے ہو یہ خوبصورت سورج ؟ اس کو کس نے روشن کیا۔

چھوٹے سے چھوٹا لیمپ بھی خود بخود روشن نہیں ہو سکتا اسکے لئے بھی کوئی روشن کرنے والا ہونا چاہیئے، اچھا وہ کون ہے جس نے سورج کو روشن کیا۔ حامد نے خوشی سے اوچھل کر کہا، بس وہ خدا ہے۔

خدا نے تمام چیزوں کو بنایا انسان سورج، چاند، ستارے گھاس، پھول اور وہ تمام چیزیں جن کو ہم اپنے چاروں طرف دیکھتے ہیں۔ یہ سب خدا کے بنائے ہوئے ہیں اور یہ سب چیزیں خدا کی قدرت اور اُس کی عظمت کا اظہار کرتی ہیں۔

بارش

ایک مرتبہ ایک سوداگر گھوڑے پر سوار جنگل سے گھر واپس جا رہا تھا اس کی کمر میں روپوں سے بھری ہوئی ایک ہمیانی تھی بارش زور سے ہو رہی تھی اور وہ نیک آدمی بالکل بھیگ گیا تھا

وہ سڑک ایک گھنے جنگل سے نکلی تھی، یہاں اُس نے خوف زدہ ہو کر ایک ڈاکو، کو دیکھا جو اپنے کندھے سے بندوق اُتار کر اس پر گولی چلانے کو تیار تھا۔

وہ سوداگر یقیناً مار ڈالا جاتا۔ لیکن بندوق کی بارود بارش سے اس قدر بھیگ گئی تھی کہ اس کا نشانہ دُور نہ جا سکا سوداگر نے اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑایا اور صاف بچ گیا۔

جب وہ بخیریت اپنے گھر پہنچ گیا تو اُس نے اپنے دل میں کہا کہ میں کیسا بیوقوف تھا کہ میں نے خرابی موسم کی

شکایت کی۔ اگر آسمان صاف ہوتا اور ہوا بھیگی ہوئی نہوتی تو میں وہاں مُردہ پڑا ہوتا اور میرے بچّے میری واپسی کے منتظر ہوتے۔ بارش جس کی میں شکایت کرتا تھا اُس نے میرے جان و مال کو بچایا۔

دُھوپ اور بارش

محلّہ کے بچّوں نے ایک دن زور شور سے برستے ہوئے پانی میں کہا، ہم چاہتے ہیں کہ سورج ہمیشہ نکلا رہے۔ ان کی خواہش پوری ہوگئی اور کئی مہینے تک اُنھوں نے آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا بھی نہیں دیکھا۔ لیکن غلّہ کے کھیتوں اور چراگاہوں کو بہت نقصان پہنچا۔ باغوں میں پھولوں کی کیاریاں سوکھ کر رہ گئیں اور چھوٹے چھوٹے پودے ایک اُنگل برابر بھی نہ بڑھے۔

ماں نے کہا اے بچّو؟ سوچو۔ بارش بھی بعض اوقات اس قدر ضروری ہے جس قدر کہ دھوپ، لیکن اس نصیحت کو یاد رکھو، کہ خدا کے سب انتظام ٹھیک ہیں دوسرے یہ کہ ہر وقت دن کی روشنی ہم لوگوں کو مفید نہیں ہے اندھیری راتوں کی بھی ضرورت ہے اور ہم لوگوں پر خوشی کے ساتھ وقت بے وقت رنج کا آنا بھی لازمی ہے کیونکہ دُنیا اسی کا نام ہے۔

بجلی اور طوفان

ایک چھوٹا لڑکا جس کا نام مسعود تھا جنگل میں بیر چُن رہا تھا۔ جب اُس نے گھر واپس آنا چاہا تو طوفان آگیا پانی برسنے لگا بجلی چمکنے لگی، بادل کڑکنے لگا۔ مسعود گھبرا گیا اور جامن کے ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ جو سڑک سے نزدیک تھا

مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ جس درخت کے نیچے وہ بیٹھا ہے وہیں بجلی گرے گی۔ اُس نے ایک آواز سُنی۔ مسعود! مسعود! بہت جلد آؤ۔

مسعود فوراً درخت کے پاس سے چلا گیا اُس نے اپنی چوندھیائی ہوئی نظروں سے دیکھا کہ بجلی اُس درخت پر گر پڑی۔ بادل بہت ڈراونی آواز سے کڑکا۔ خوف زدہ مسعود کے پیروں کے نیچے کی زمین کانپ گئی۔ اُس کو ایسا معلوم ہوا کہ وہ آگ میں کھڑا ہے مگر اُس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اور اُس نے ہاتھ اُٹھا کر خدا کا شکر ادا کیا۔

وہ آواز پھر آئی اور اب اُس نے پہچانا کہ وہ آواز دینے والی ایک گنوار عورت ہے جو اپنے جانوروں کو بُلا رہی تھی۔ مگر اُس کی آواز مسعود کے کانوں تک آکر ہمدردی کے الفاظ سے بدل گئی۔

جب اُس نے پھر پکارا تو مسعود نے نہایت حقارت اور نفرت سے کہا، میں یہاں ہوں تم مجھ سے کیا چاہتی ہو۔ عورت نے

جواب دیا میں تمہارا مطلب نہیں سمجھی - مگر میرے چھوٹے سے مسافر! ان جانوروں کی جو کہ نالہ کے اندر چھپے ہوئے ہیں کون نگہبانی کر رہا ہے، اور اس طوفان سے اپنے تئیں چھپانا ان کو کس نے بتایا ہے، دیکھو وہ جھاڑیوں سے اب باہر آگئیں -

مسعود نے کہا کہ میں نے تمہاری آواز کو غیب کی آواز خیال کیا -

عورت نے کہا اے ننھے رہگیر! خدا کا شکر ہے کہ اس حادثہ سے تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا - وہ آواز اسی عاجزہ اور گنوار عورت کی تھی مگر خدا کا حکم تھا کہ میری آواز تمہارے کانوں کے پردوں تک تمہارا نام لیکر پہنچے وہ کون ہے، جس نے تم کو اس خوف ناک صدمہ سے بچایا -

مسعود نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا -

ہاں ہاں - خدا نے مجھ کو بچانے کے لئے تمہیں آواز دینے کا حکم دیا - بیشک تم نے پکارا مگر مدد اسی کے طرف سے ہوئی -

قوس قزح

ایک سخت اور خوفناک طوفان اور بارش کے بعد آسمان پر دھنک نکلی جمیل نے اُس کو دیکھا اور خوش ہو کر کہنے لگا۔ ایسا اچھا رنگ میں نے اپنی زندگی بھر نہیں دیکھا یہ زمین پر پُرانے درختوں کے سامنے والے نالے پر جاکر ختم ہوئی، درحقیقت درختوں کی تمام چھوٹی چھوٹی پتیوں پر خوشنما رنگ کے قطرے ہیں میں ابھی وہاں دوڑ کر جاؤں گا اور سب کو لیکر اپنے نقاشی کے بکس میں بھرلوں گا۔

جسقدر جلد ممکن ہوسکا یہ دوڑ کر درختوں کے پاس گیا لیکن وہاں اس نے کوئی رنگ نہیں دیکھا۔ پانی میں بھیگتا ہوا رنجیدہ اپنے گھر واپس آیا اور باپ سے یہ قصہ بیان کیا اس کے باپ نے کہا۔ یہ رنگ تم نہیں لے سکتے وہ صرف پانی کے قطرے ہیں جو دھنک کے عکس سے اسقدر خوبصورت، رنگین چمکیلے

سورج کی روشنی میں معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن اے پیارے بچّے! اسی طرح دُنیا میں جسقدر چمکیلی اور حسین چیزیں ہیں، تم یاد رکھو کہ وہ سب کی سب دہوکا، فریب اور ظاہری دکھاوا ہیں۔

قوس قزح اور چھوٹا گیند

چھوٹی حمیدہ اپنے مکان کے سامنے کھڑی ہوئی موسم بہار کا لطف اُٹھا رہی تھی اُس نے خوبصورت اور خوشنما دھنک دیکھی اور اپنی ماں سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ جب آسمان پر دھنک نکلتی ہے تو ایک چھوٹا سا سونے کا گیند جنّت سے زمین پر گرتا ہے لیکن کیا اُسے نیک بچہ پا سکتا ہے؟ کیا سچ مچ وہاں کوئی سُنہرا خزانہ ہے اور وہ کون سے نیک بچے ہیں جنھیں وہ ملتا ہے۔

ماں نے کہا بیشک جنت میں خزانہ ہے جس کے مقابلہ میں

تمام دنیا کا سونا کوئی چیز نہیں لیکن وہ نیک بچّہ جس کو یہ دیا جاتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ عام لوگوں کی طرح نہ ہو بلکہ متقی پرہیزگار ہو۔ مسجد میں جا کر نماز پڑھے، روزے رکھے، نیک اور اچھے کام کرے کسی کی بُرائی نہ کرے۔ جب تم بھی ایسی نیک لڑکی بنجاؤ گی تو تم یقیناً وہ سُنہرا خزانہ حاصل کرو گی۔

حمیدہ نے اپنے دل میں ٹھان لیا کہ وہ متقی اور نیک بنے گی۔ جسقدر وہ سِن شعور کو پہنچتی گئی۔ پرہیزگار اور قانع ہوتی گئی۔

جب کچھ زمانہ کے بعد آسمان پر پھر دھنک نکلی تو حمیدہ کی ماں نے کہا کہ اب تم اس سُنہری خزانہ کے تلاش میں نہ جاؤ گی؟ جو جنت سے گرتا ہے حمیدہ نے کہا پیاری ماں جب میں ایک نادان لڑکی تھی لیکن اب میں آپ کا مطلب سمجھ گئی کیوں امّاں؟ آپ کا مطلب یہی ہے نا کہ پرہیزگاری اور شرافت کا عطیّہ بہ نسبت سونے کے زیادہ قیمتی ہے۔

ماں نے کہا پیاری حمیدہ یہ ٹھیک ہے۔ جنت، جس کا میں نے تم سے تذکرہ کیا تھا اور جو دُنیا کے خزانوں سے

زیادہ قدر کے قابل ہے وہ سچی انسانی خوشی ہے، اس کو دنیا میں ڈھونڈنا بیکار ہے - جب ہم متقی، اچھے، پاک دل، نیک بنجائینگے وہ ہمیں حاصل ہو جائے گی -

صدائے بازگشت

چھوٹا حامد صدائے بازگشت کی نسبت کچھ نہیں جانتا تھا اسنے اپنی چراگاہ میں جیسے ہی "ہو، ہپ" کرکے شور مچایا فوراً اسکو ویسا ہی جواب ملنے لگا اس نے پکار کر کہا تم کون ہو جواب آیا تم کون ہو دوبارہ اس نے کہا تم ایک بے وقوف لڑکے ہو جواب ملا تم ایک بے وقوف لڑکے ہو -

حامد بہت ناراض ہوا اور اس نے بُرے بُرے لفظوں سے پکارنا شروع کیا جواب بھی اُنہیں لفظوں میں ملنے لگا - اس نے اس لڑکے کو تلاش کرنا شروع کیا اور دلمیں کہا کہ اگر وہ مجھ کو مِل جائے تو میں اُس کو خوب ہی ماروں اور

اپنا عوض لوں مگر کسی کو نہیں پایا تو دوڑ کر اپنے گھر آیا اور ماں سے کہنے لگا اماں اماں ایک شریر لڑکا جنگل میں چھپا ہوا مجھے گالیاں دے رہا ہے ماں نے کہا یہ الزام تم خود کو دے رہے ہو تم نے سوائے صدائے بازگشت اسکے کچھ بھی نہیں سُنا۔ اگر تم ایک مہربان لفظ جنگل میں پکارتے واپسی میں ویسا ہی مہربان لفظ تم کو ملتا۔

اس کی ماں نے کہا بیٹا؟ ہم لوگوں کی زندگی عموماً اسی طرح واقع ہوئی ہے۔ خود کو با اخلاق، ہمدرد بنا کر ہم دوسروں کے اخلاق، ہمدردی سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں لوگوں سے دوستی کا برتاؤ کرو وہ بھی تم سے ویسا ہی دوستی کا برتاؤ کریں گے۔

چشمہ

گرمیوں کے زمانہ میں ایک دن ناصر کھیت پر گیا۔ اُس کے گال دُھوپ سے تمتمائے ہوئے تھے اور وُہ پیاس سے تڑپ رہا تھا جب وہ ایک چشمہ پر جو کہ چاندی کی طرح چمک رہا تھا پُہنچا۔ اور ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ کر پانی پینے کا ارادہ کیا مگر ساتھ ہی اُس کو خیال آیا کہ امّاں کہا کرتی تھیں کہ جب زیادہ گرم ہو تو پانی نہیں پینا چاہئے۔ مگر وہ ایک مغرور لڑکا تھا اُسنے اس نصیحت کو حقیر سمجھا اور پانی پی لیا جو برف کی مانند ٹھنڈا تھا، پانی پیتے ہی وہ بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑا اور جب ہوش آیا تو اپنے گھر آیا مگر اُس کو بڑی زور سے بخار آگیا اُس نے اپنے بیماری کے بستر پر ایک ٹھنڈا سانس بھر کر کہا کون خیال کرے گا کہ اُس چشمہ میں زہر ملا ہے

اُس کے باپ نے کہا وہ صاف چشمہ تیری بیماری کا باعث نہیں ہے - بلکہ یہ تیرا غرور اور غیر معمولی خواہش ہے

کام چور

حمید نے جب کہ وہ چودہ برس کا تھا اور کوئی پیشہ سیکھنے کا خواہش مند تھا اپنے دل میں کہا کہ میں باغبان بنونگا سبز جھاڑیوں میں رہنا اور پھولوں کی خوشبو سونگھنا میرے لئے بہت اچھا ہوگا - اس نے ایسا ہی کیا - مگر کچھ عرصہ کے بعد اپنے گھر واپس آگیا اور کہنے لگا کہ مجھے زمین کی طرف سر جھکا کر آہستہ آہستہ چلنا پڑتا ہے اور اس وجہ سے میری پیٹھ اور گھٹنوں میں درد ہونے لگا اور میں نے اس باغبانی کے پیشہ کو چھوڑ دیا -

اب اس نے شکاری بننے کی خواہش کی اس نے

خیال کیا کہ سبز اور سایہ دار درختوں میں بسر کرنا ایک شریفانہ زندگی ہے لیکن کچھ دنوں کے بعد وہ پھر اپنے گھر واپس آگیا کہ میں صبح کی کھلی ہوا برداشت نہیں کرسکتا بعض وقت تو وہ آہستہ اور ٹھنڈی چلتی ہے اور بعض وقت بڑی خوفناک ہو جاتی ہے۔

اب اس نے ماہی گیر ہونا چاہا اور سوچا کہ ایک ہلکی اور چھوٹی سی کشتی صاف روشن اور چمک دار دریا میں چلانا بہت اچھا ہے میرا جال ہمیشہ مچھلیوں سے بھرا رہے گا لیکن اس کام سے بھی اس کا جی اکتا گیا اور اس نے گھبرا کر کہا کہ یہ بھیگنے کا کام ہے اور میں پانی سے بہت نفرت کرتا ہوں۔

آخرکار اُس نے باورچی ہونے کی خواہش کی اُس نے کہا کہ باغبانی، شکار، ماہی گیری، یہ پیشہ والے مفلس ہو جاتے ہیں اور وہ لوگ اچھی طرح روٹی نہیں کما سکتے لیکن وہ تھوڑے دنوں کے بعد پھر گھر آگیا

اور کہنے لگا کہ سب تو اچھا ہے مگر آگ گرم ہے جب میں جلتے ہوئے چولھے کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں تو گرمی سے پگھلا جاتا ہوں۔

پانچویں مرتبہ اس کے باپ نے کسی نئے پیشہ کے تلاش کرنے کی اجازت نہیں دی اور بہت جوش کے ساتھہ کہا کہ زندگی سخت محنت برداشت کرنے کا کام ہے، ہمتِ مردانہ چاہئے جو لوگ ناموافق چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں اُن کو دُنیا سے نکل جانا چاہئے۔ اگر تم متواتر بھلائی پر خیال کرو جو تمہاری موجودہ حالت سے تعلق رکھتی ہے تو تمکو سخت سے سخت محنت بھی کم معلوم ہونے لگے گی۔

حمید نے اپنے باپ کی نصیحت کو بہت غور سے سُنا اور اُس پر عمل شروع کیا۔

تھوڑے ہی دنوں میں وہ ایک ہوشیار اور مستعد لڑکا ہو گیا۔

سیب

صبح کے وقت سلیم نے اپنی کھڑکی میں سے دیکھا کہ پڑوسی کے باغ میں بہت سے خوبصورت سیب گھاس کے اوپر بکھرے پڑے ہیں وہ فوراً زینہ سے اُترا اور ایک تنگ راستہ سے پیٹ کے بل جھاڑی میں ہوتا ہوا باغ میں آیا - اس نے بہت سے سیب اپنے کوٹ کی دونوں جیبوں میں بھر لئے - دفعتاً باغ کا مالی ایک لکڑی ہاتھ میں لئے ہوئے نظر آیا - سلیم اِس اُمید پر بہت تیزی سے بھاگا کہ جس تنگ راستہ سے وہ باغ کے اندر داخل ہوا تھا اُسی راہ سے بھاگ کر باہر نکلجائے مگر اُس کی جیبیں سیبوں سے اسقدر بھری ہوئی تھیں کہ وُہ اُس تنگ راستہ میں پھنس گیا اور ایسا مجبور ہوا کہ اپنے بدن کو کچھ حرکت بھی نہیں دے سکتا تھا -

لامحالہ اُسے چرائے ہوئے سیبوں کو پھینک دینا پڑا اور اِن کی بدولت بڑی گوشمالی ہوئی۔

حلوا

ایک عورت نے اپنے لڑکے اختر کو کسی شہزادہ کے پاس نوکر رکھوا دیا۔ جب وہ اُس سے رخصت ہونے لگی تو اُس نے روتی ہوئی آواز میں کہا کہ میرے پیارے بیٹے خداوند کریم کو ہمیشہ یاد رکھو اور ہر جگہ اِس طرح سے کام کرو گویا وہ تمھیں دیکھ رہا ہے، تم اپنے آقا کی تعظیم کرنا، اپنے دوستوں سے برادرانہ سلوک کرنا، اور میری سب سے بڑی نصیحت یہ ہے کہ اپنے آپ کو حرص اور لالچ کے پنجہ سے بچائے رکھنا۔

• محل پہنچنے پر اختر کو یہ حکم دیا گیا کہ جب تک شہزادہ

نہ آئے تم یہاں کھڑے رہا کرو۔

ایک دن وہ ایک چاندی کی طشتری میں گرم گرم حلوا شہزادہ کے لئے لایا مگر اُس کے مُنہ میں پانی بھر آیا اور جی للچایا کہ اس میں سے تھوڑا سا اُٹھا کر کھالے۔ گو اُسکو ماں کی نصیحت یاد آئی مگر لالچ نے بہت جلد اُس کو بُھلا دیا۔ جب وہ کمرے میں داخل ہوا اُس نے آنکھ بچا کر گرم گرم حلوا فوراً اُٹھا کر کھالیا،

طشتری میز پر رکھی اور زمین پر گر کر مر گیا۔ حلوا جو بہت ہی گرم تھا اُس نے اُس کے دل اور معدہ کو بالکل جلا دیا

اخروٹ کا چھلکا

خلیل کو باغ میں ایک اخروٹ ملا جو چھلکے دار تھا اُس نے یہ سمجھ کر کہ یہ سیب ہے کھانے کی کوشش کی لیکن اس نے دانت لگاتے ہی اُس کو دُور پھینک دیا۔ اور چلّا کر کہا ، اوہو! کسقدر کڑوا اور کھٹا سیب ہے۔

جلیل جو اُس کا بھائی تھا اس معاملہ کو تاڑ گیا اُس نے فوراً اخروٹوں کو اکٹھا کرلیا اور اپنے دانتوں سے اُسکا چھلکا اوتار ڈالا اور کہنے لگا میں نے اس چھلکے کی کڑواہٹ کی پروا نہیں کی۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس کے اندر نہایت میٹھا گودا ہے۔ جس سے مجھکو بڑی خوشی ہو گی۔

دفینہ

ایک بہت دُور و دراز کے ملک میں ایک دن دو زمیندار عدالت میں حاضر ہوئے۔ اُن میں سے ایک نے اس طرح بیان کیا کہ میرے پڑوسی نے (جو آپ کے سامنے کھڑا ہے) زمین کا ایک ٹکڑا میرے ہاتھ بیچ ڈالا ہے اُس میں مجھے کام کرتے وقت خزانہ ملا۔ میرا دل مجھکو اجازت نہیں دیتا کہ میں اُس کو اپنے پاس رکھوں۔ کیونکہ میں نے صرف زمین خریدی ہے اور خزانہ پر میرا کوئی حق نہیں اُس کے پڑوسی نے کہا کہ میں اُس کو لینا گوارا نہیں کرتا کیونکہ میں نے اس خزانہ کو یہاں نہیں چھپایا تھا، اور وہ میرا نہیں ہے اسکے علاوہ میں نے زمین کو بلا کسی شرط کے اسکے ہاتھ بیچا ہے منصف نے کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ تم دونوں میں سے ایک کے لڑکے کی شادی دوسرے کی لڑکی سے ہونے والی ہے اب تم کو چاہیئے کہ اس خزانہ کو تم

دولہا دولہن کے جہیز میں دیدو۔
دونوں نے اس تجویز کو پسند کیا اور خوشی خوشی اپنے گھر واپس آئے۔

انگور

ایک شخص نے اپنی جھونپڑی کے آس پاس بہت سے انگوروں کی بیلیں لگا رکھی تھیں۔ جن کے پتوں نے تمام جھونپڑی کو چھپا دیا تھا۔ انگوروں کے خوشے بہت سے لٹک رہے تھے۔ ان انگوروں نے اس کے ایک پڑوسی کے دل میں حسد کی آگ بھڑکا رکھی تھی۔ اندھیری رات میں پڑوسی آیا اور تمام انگوروں کی بیلوں کو کاٹ ڈالا جب صبح کو اس نے دیکھا کہ تمام انگوروں کی بیلیں کاٹ کر خراب کردی گئی ہیں تو

اُس کو بہت افسوس ہوا۔ مگر اُس کا پڑوسی بہیں جانتا تہا کہ انگور کی شاخیں کاٹ دینے سے انگور بہت پیدا ہوتا ہے۔

اُس غریب شخص کو کچھ دن کے بعد بہت خوشی ہوئی۔ جب انگور کی شاخوں پر نہایت خوبصورت اور بہت انگور پیدا ہوئے اُس کو معلوم ہو گیا کہ کاٹ چھاٹ سے انگور زیادہ پیدا ہوتے ہیں اور وہ بُرائیاں جو دشمن ہمارے لئے کرتے ہیں۔ بعض اوقات وُہی نیکیاں بنجاتی ہیں۔

پھول

محمود اپنے باغ میں ایک پھول دار جھاڑی کے پاس کھڑا تھا اس نے اپنی بہن سے کہا کہ گلاب کا پھول بیشک بہت خوبصورت ہے اور مجھے تمام پھولوں سے زیادہ پسند ہے - محمودہ نے کہا وہ دیکھو سامنے کی کیاری میں سوسن کا پھول ایسا ہی خوبصورت ہے جیسا گلاب اور میں دونوں پھولوں کو عزیز رکھتی ہوں - جس قدر وہ خوبصورت ہیں ان کے برابر دُنیا میں کوئی چیز خوبصورت نہیں ہے محمود نے کہا بہن تم کو اور پھولوں کو حقیر نہ سمجھنا چاہیئے - وہ بھی بہت خوبصورت ہیں اور موسم بہار میں وہ بھی اچھے معلوم ہوتے ہیں -

ماں ان دونوں بچّوں کی گفتگو سُن رہی تھی اس نے کہا یہ پھول حقیقتاً بہت اچھے ہیں - سیاہ اور

نیلے رنگ کے پھول ہماری انکساری کی علامت ہیں۔ اور سفید پھول ہم کو بیگناہ رہنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ سُرخ رنگ کا گلاب ہمدردی اور شجاعت کا سبق دیتا ہے۔

غریبوں کی مدد

ایک بوڑھا سپاہی اپنی لکڑی کی ٹانگ کے بل پر ایک گاؤں میں آیا اور آتے ہی بیمار ہو گیا۔ اور پھر وہ سفر نہ کر سکا۔ کیونکہ وہ مجبور تھا یہاں تک کہ اُس کو اپنے بچھانے کے لئے کھیت سے تھوڑی سی پیال لانے میں سخت تکلیف ہوتی تھی۔

ایک ٹوکریاں بُننے والی غریب لڑکی نے اُس پر رحم کھایا اور ہر روز اُس کو کھانے کے لئے دو آنہ

دینے لگی۔

ایک دن ایمان دار بوڑھا زیادہ پریشان ہوا اور اس نے لڑکی سے کہا کہ پیاری لڑکی؟ مجھے آج معلوم ہوا ہے کہ تمہارے ماں باپ خود غریب ہیں تم مجھے صاف بتاؤ کہ تم یہ پیسے کہاں سے لاتی ہو۔ کیونکہ میں اس دو آنہ کی نسبت بھوکا مرجانا اچھا اور مناسب سمجھتا ہوں اگر وہ دیانت داری سے نہیں دیے گئے ہیں۔

لڑکی نے کہا آپ اس بارے میں کچھ فکر نہ کریں۔ یہ پیسہ حلال اور جائز طریقے سے حاصل کیا جاتا ہے۔ میں گاؤں کے دوسرے بازار سے اسکول جاتی ہوں راستہ میں جنگل ملتا ہے جہاں بے شمار جنگلی میوے ہیں۔ میں ان سے اپنی چھوٹی سی ٹوکری بھر لیتی ہوں اور اپنے گاؤں میں بیچکر دو آنے وصول کرلیتی ہوں میرے ماں باپ اس بات سے واقف ہیں اور وہ اس بات کے خلاف نہیں ہیں وہ اکثر کہا کرتے ہیں کہ ہم سے

زیادہ غریب آدمی بہت ہیں اور ہم کو ان کے ساتھ بھلائی کرنا چاہیئے۔

ضعیف آدمی کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے اس نے کہا کہ اے نیک بخت لڑکی خدا تم کو اور تمہاری ماں باپ کی مہربان عادتوں میں برکت دے گا۔

شاہ دانہ

رضیہ باوجودیکہ ایک خوش حال گھرانے کی لڑکی تھی مگر اُس کا کمرہ جیسا کہ باہر سے خوشنما تھا۔ ویسا ہی اندر سے میلا کچیلا تھا وہ کبھی اس کا انتظام نہیں کرتی تھی۔ اور جب اُس کی ماں اُس کو نصیحت کرتی تھی تو وہ سُنکر ٹال جاتی تھی۔

ایک دن دوپہر کو وہ اپنی اچھی سی ساڑھی پہن

باہر جانے کے لئے تیار ہوئی۔ جب وہ اپنے کمرے کے کواڑ بند کر رہی تھی اُس کی ایک پڑوسن نے شاہ دانوں سے بھری ہوئی ایک ٹوکری لا کر اُس کی کرسی کے نیچے رکھ دی۔ رضیہ اپنی ماں کے ساتھ گاؤں میں سیر کرنے کو چلی گئی۔

شام کو جبکہ اندھیرا ہو گیا تھا وہ اپنے گھر واپس آئی اور اپنا کمرہ کھول کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ وہ سنبھل کر بیٹھنے بھی نہ پائی تھی کہ کرسی کی کمانی ٹوٹ گئی۔ اور رضیہ شاہ دانوں کی ٹوکری میں گر پڑی۔ جب اُس کی ماں روشنی لیکر اندر آئی تو اُس نے دیکھا کہ تمام شاہ دانے کچل گئے ہیں اور اُن کا رس بہ رہا ہے جس سے رضیہ کی تمام ساڑھی اسقدر خراب ہو گئی کہ دوبارہ پہننے کے قابل نہ رہی۔ اسکی ماں نے اسقدر نقصان ہو جانے پر اُس کی گوشمالی کی اور کہا کہ تم کو اپنے کمرے کا انتظام کس قدر ضروری ہے۔ اگر ہر چیز کو قرینے سے رکھیں تو آج

یہ نوبت نہیں آتی کہ تمہاری قیمتی ساڑھی خراب ہوجاتی قدرت نے یہ تمہارے پھوہڑپن کی سزا تم کو دی ہے آئندہ احتیاط رکھو اُس کی ماں نے کہاکہ ”جو تمام چیزوں کو اپنی جگہ پر نہیں رکھتے ہیں وہ بہت رسوائی اور نقصان اُٹھاتے ہیں“

آموں کی تقسیم

مسٹر سجّاد تعطیل کے دن اپنے چاروں بچوں اور بی بی کو لیکر اپنے دادا کے باغ میں سیر کرنے کو گئے۔ وہ چار آم لائے ایسے پیلے جیسے سونا۔ اُنہوں نے کہاکہ اور آم پکے نہ تھے آپ لوگ انہیں کو آپس میں تقسیم کرلیں، اس نے ہنسی سے کہاکہ اس طرح تقسیم کیئے جائیں کہ ان کے ٹکڑے نہ ہوں اور

سب کو مل جائیں۔

ان کی چھوٹی لڑکی سنبلہ نے کہا آبا جان میں ان آموں کو پانچ آدمیوں پر تقسیم کردوں گی مگر مجھے آدمیوں کے ساتھ بیروں کو جمع کرنے کی اجازت دی جائے اس نے کہا کہ ہم دو بہنیں اور ایک آم تین ہوئے، دو بھائی ایک آم تین ہوئے، ایک اماں اور دو آم تین ہوئے۔ اس طرح سب ٹھکانے سے لگ جائینگے سنبلہ کے بھائی بہن اس تقسیم سے خوش ہوئے لیکن ماں نے محبت سے تاکید کی کہ ہر ایک بھائی کو ایک ایک آم دینا چاہئے۔ پھر اپنی لڑکی کو اُس کی ہوشیاری اور تیز فہمی کے صلہ میں نہایت خوبصورت پھولوں کا ایک گلدستہ دیا اور اُس کی بہت عزت کی۔

صبر کی بُوٹی

کلّو اور بدّھو دو ملازم ایک قصبہ کو بھیجے گئے اور دونوں کو پھلوں سے بھری ہوئی ٹوکریاں اپنے سروں پر لیجانا پڑیں۔

کلّو راستہ چلتے بڑبڑاتا تھا اور کبھی کبھی بیٹھ جاتا تھا لیکن بدّھو نہایت خوش خوش چلا جاتا تھا۔

کلّو نے کہا تم کیوں اس طرح ہنس رہے ہو حالانکہ تمہاری ٹوکری میں بھی اسی قدر بوجھ ہے جس قدر میری ٹوکری میں ہے اور تم مجھ سے زیادہ مضبوط بھی نہیں ہو۔ بدّھو نے جواب دیا کہ میں ایک بُوٹی اپنے پاس رکھتا ہوں اس لئے مجھے بوجھ ہلکا معلوم ہوتا ہے۔ کلّو نے کہا تو یہ بوٹی بہت ہی قیمتی ہی جس سے بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے مجھے بھی تھوڑی سی دو۔

ہدہو نے جواب دیا۔ کلو؟ یاد رکھو جو تمام محنتوں اور تکلیفوں کو ہلکا کر دیتی ہے وہ صبر کی بوٹی ہے اس نے کہا کہ اگر بوجھ کو صبر کے ساتھ اُٹھا لیا تو ہم بہت خوشی سے راستہ طے کریں گے۔

امرود کا درخت

بوڑھا حاجی بختیار اپنے مکان کے سامنے ایک بڑے امرود کے درخت کے نیچے بیٹھا تھا اور اُس کا پوتا امرود چُن رہا تھا جب وہ اس پھل کی اچھی طرح تعریف نہ کر سکا تب اُس کے بوڑھے دادا نے کہا میں تم سے اس درخت کی نسبت کچھ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ اس جگہ کس طرح آیا۔

چالیس برس سے زیادہ عرصہ ہوا۔ میں ایک مرتبہ

یہاں کھڑا تھا جس جگہ تم اس درخت کو دیکھ رہے ہو۔ یہ جگہ بالکل خالی تھی میں نے اپنے پڑوسی نواب سے ایک دن کہا کہ افسوس! میں بہت جلد قانع ہو جاتا اگر میری مالیت میں ایک ہزار روپئے کا اضافہ ہو جاتا۔

پڑوسی نے جو عقل مند آدمی تھا مجھ سے کہا کہ اگر تم امیر بننا چاہتے ہو تو مجھ سے پوچھو کہ تمھیں کیا کرنا چاہئے۔ ادھر دیکھو۔ جس جگہ تم کھڑے ہو اس جگہ سوراخ میں ایک ہزار روپیہ رکھا ہے صرف تھوڑی سی محنت کر کے تم انھیں نکال سکتے ہو۔

میں اس وقت ایک جوان آدمی تھا۔ میں نے اسی رات ایک بہت بڑا گڑھا کھودا لیکن افسوس کہ اس محنت اور تکلیف کے معاوضہ میں میں نے ایک دمڑی بھی نہیں پائی۔

صبح کے وقت جب پڑوسی نے وہ گڑھا دیکھا تو

اُس نے ہنس کر کہا کہ او بے وقوف لڑکے ؟ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ خیر میں تم کو ایک امرود کا درخت دیتا ہوں - تم اس کو اس گڑھے میں بو دو - کچھ عرصے کے بعد یہاں سے روپئے پیدا ہوں گے ۔

میں نے اسُ پودے کو یہاں بو دیا وہ بڑھا اور اب اسقدر بڑا درخت ہے جس کو تم دیکھہ رہے ہو یہ قیمتی درخت اب سے کئی برس پہلے مجھے ایک ہزار روپئے سے زیادہ دے چکا ہے اور یہ سرمایہ ہمیشہ قائم رہے گا اور میں اپنے امیر پڑوسی کی اس ضرب المثل کو نہیں بھولا ہوں کہ وُہی لوگ امیر ہیں اور وہ ہر وقت خوش رہیں گے جو عقل سلیم رکھتے ہیں۔

مرغی

ایک غریب بیوہ نے ایک مرغی خریدی جو روز ایک انڈا دیا کرتی تھی اُس نے اس خیال سے مرغی کو بہت سا کھلا کر موٹا کر دیا کہ دن میں دو تین انڈے دے گی۔ لیکن خوراک کی زیادتی کی وجہ سے مرغی اس قدر موٹی ہوگئی کہ اُس نے انڈا دینا ہی چھوڑ دیا کسی نے کیا اچھا کہا ہے کہ گو تیرا حصہ کتنا ہی چھوٹا ہو، مگر قناعت سیکھ۔ ایسا نہ ہو کہ وہ بھی تیرے ہاتھ سے جاتا رہے ‘‘

کوئل

ماہ مئی کی خوشگوار صبح کا وقت تھا کہ بشیر اور نذیر دونوں نے جنگل میں جاتے ہوئے کوئل کی آواز سُنی بشیر نے کہا کہ یہ پرندہ بہت ہی خوش نصیب ہے اس کی آواز سے مجھے خوشی ہوتی ہے کیونکہ میں دولت مند ہوں - اور دولت مند کے لئے یہ آواز اچھا شگون ہے نذیر نے کہا یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ یہ پرندہ تمہارے ہی لئے خوشی کا سبب ہو اس کی تمام خوبیاں تمہارے ہی واسطے ہوں میرے لئے نہ ہوں جبکہ میں تم سے زیادہ دولت مند ہوں اس لئے یہ پرندہ میری خوش قسمتی کے راگ گاتا ہے۔

بجائے اس کے کہ وہ دونوں صبح کے عمدہ وقت کو اچھی طرح سیر و تفریح میں بسر کرتے آپس میں

بحث کرنے لگے یہاں تک کہ گالی گلوج سے دہول دھپّہ مار پیٹ تک نوبت پہنچ گئی ۔ اور دونوں کے چوٹ آئی اور وہ بہت غصّہ کے ساتھ ایک دوسرے سے جدا ہوئے ۔ جب وہ دونوں ڈاکٹر کے یہاں آئے اور وہ ان کی مرہم پٹی میں مشغول ہوا دونوں نے اپنا اپنا قصّہ اس کو سنا کر اس سے التجا کی کہ ہم میں سے کس کے واسطے کوئل خوش نصیب تھی ۔ ڈاکٹر نے ہنس کے کہا کہ تم دونوں بیوقوف ہو ، اس کی آواز تمہارے لئے اچھی نہ تھی بلکہ میرے لئے اچھی تھی کیونکہ اس کی آواز نے تم دونوں کو زخمی کر کے میری پاس بھیجا اور اس طرح سے فیس کا روپیہ مجھے ملا ۔

بندر

ایک بندر ایک مکان کی کھڑکی کھلی ہوئی دیکھ کر
اندر آگیا یہ مکان ایک کنجوس کا تھا مگر اتفاق سے وہ
اپنے مکان میں موجود نہ تھا بندر نے دیکھا کہ اشرفیوں
کا ایک بھرا صندوق رکھا ہے اس نے مُٹھیاں بھر بھر
کے اشرفیاں باہر پھینکنا شروع کیں جب سڑک پر
اشرفیاں برسنا شروع ہوئیں تو لوگوں نے سمیٹنا شروع
کردیں۔ جب تک اشرفیوں کا صندوق خالی نہ ہوا
کنجوس آدمی اپنے مکانمیں نہیں آیا۔
جب وہ بازار میں آیا اور یہ تماشا دیکھا تو نہایت
ہی رنجیدہ ہوا اور اُس کی حالت بہت ہی قابل رحم
ہوگئی۔ اُس نے بندر کو گالیاں دینی شروع کیں
وہ بالکل پاگل ہوگیا تھا۔

ایک شخص نے اُس سے کہا کہ اپنے بھائی بندوں کو فائدہ پہنچائے بغیر روپیہ کو صندوق میں جمع کرنا حماقت اور بیوقوفی کی علامت ہے۔ خدا کا شکر کرو کہ اُس نے تمہارے روپئے کو غریب لوگوں کی زندگی کا سہارا بنایا اور اُس کا صرف نہایت اچھا ہوا اُس نے کہا کہ روپیہ اُس وقت اچھا ہے جب یہ کسی نیک کام میں صرف ہو۔

گائے

ایک بیوہ عورت اور اُس کی لڑکیاں بہت ہی مفلسی کی حالت میں اپنی زندگی بسر کرتی تھیں بیوہ عورت جو کچھ دن بھر محنت مشقت کرکے کماتی تھی وُہ بچوں کی پرورش میں صرف ہو جاتا تھا۔

اُس کے پاس ایک گائے تھی جس سے اُس کو بہت فائدہ تھا مگر وہ گُم ہو گئی جس سے اُس کو بہت صدمہ ہوا۔ اُس نے کہا کیا اچھا ہوتا اگر ہماری گائے ہم کو مِل جاتی کیونکہ ہمارے پاس اسقدر روپیہ نہیں ہے جس سے ہم دوسری گائے خریدیں۔

اُس کے پڑوسی نے کہا جبقدر تم سے ہوسکے محنت کرو خدا تمہاری مدد کرے گا۔ بیوہ نے کہا ہم کس طرح محنت کریں اُس نے کہا تم کو نہایت ہی سخت محنت کرکے کمانا چاہیئے۔

تم اور تمہاری دونوں لڑکیاں سینے پرونے میں ہوشیار ہیں روزانہ معمول سے زائد ایک دو گھنٹہ دیر تک کام کیا کرو تمہاری بدقسمتی ہے کہ جتنا تم نے کام کیا اُس سے زیادہ فائدہ نہیں اُٹھایا۔

دوسری بات یہ ہے کہ تم اپنے اخراجات کو دانشمندانہ کفایت شعاری سے کم کرو۔ تم ہمیشہ عمدہ چائے پیتی ہو

چمک دار لباس پہنتی ہو جس کی قیمت تم کو بہت زیادہ ادا کرنی ہوتی ہے اگر تم معمولی لباس پہنو۔ معمولی چادر پہنو۔ تو تمہارے لئے مفید ثابت ہوگا اور تم کو کچھ نہ کچھ بچ جایا کریگا۔

بیوہ عورت اور اُس کی دونوں لڑکیوں نے اس نصیحت کو قبول کیا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اُن کے صندوق میں ایک گائے کی قیمت سے زیادہ روپیہ جمع ہوگیا اور اُنہوں نے کفایت شعاری سے اپنی حالت کو بہت کچھ سنبھال لیا۔ اور تھوڑے عرصے کے بعد اُنہوں نے اپنے آپ کو عمدہ حالت میں پایا۔

جیبی گھڑی

کسقدر ہی خوبصورت یہ گھڑی
قد میں چھوٹی اور قیمت میں بڑی
خوب ہیں اسکے سنہرے ہندسے
خوبصورت چُنّیاں بھی ہیں جڑی
ہیں جڑے یاقوت ہر اک پیچ میں
اور ہر پہیئے میں ہی اک آنکڑی
کیسے چمکیلے منٹ کی ہیں نشاں
گرد اسکے موتیوں کی ہی لڑی
اسکا ڈھکن کھول کر دیکھو ذرا
اسمیں صنعت رکھی ہی کیسی بڑی
کانچ اسکا ٹوٹ جائیگا ابھی
گر تمھارے ہاتھ سے یہ گر پڑی
پھرتے پھرتے رُک گیئں جو سوئیاں
اسکے پرزوں میں ہی کوئی شی اڑتی

ٹوٹ جائے گی کمانی ایک دن
کوک اسمیں تم نے گر بھر دی کڑی

ماں کی ممتا

لئے ہوں گود میں بچّہ کو اپنے — بہت ہی نرم ہی وہ تھپکیوں سے
وہ جب ہنستا ہوا اُٹھتا ہی سو کے — تو وہ انعام میں دیتا ہی بوسے
خدا کا شکر جتنا ہو بجا ہے — کہ جس نے مجھکو یہ بچّہ دیا ہے
ہیں نظم و نثر کی بیحد کتابیں — جنھیں پڑھتی بہت سی عورتیں ہیں
مگر دیکھو حقیقت میں، تو بڑھ کر — محبت ماں کی ہی بچّہ کے اوپر
اگر برباد ہو جائے مرا گھر — مجھے پروا نہیں رتّی برابر
مرا بچّہ ہے میرے پاس سب ہی — بغیر اسکے مجھے آرام کب ہے

میں جب ہوں گود میں بچّہ کو لیتی
تو پھر پروا نہیں مجھہ کو کسی کی

(ترجمہ)

بچّہ اور چراغ

اپنا بچہ کھلا رہی تھی ماں
روُ رہا تھا ہنسا رہی تھی ماں

اُس نے دیکھی چراغ کی جب لو
غور سے دیکھتا رہا اُس کو

ٹکٹکی بندھ گئی چراغ پہ جب
دیکھتا ہی نہیں کسیکو اب

پہلے خوش ہوکے وہ اُچھلنے لگا
پھر ذرا دیر میں مچلنے لگا،

ہاتھ دونوں بڑھا دیئے اُسنے
یعنی جا کر چراغ کو پکڑے

ماں نے بہتیرا اُس کو سمجھایا
کچھ نہ مانا، ہزار بہلایا

لیگئی پاس وہ چراغ کے گو
کچھ ہٹا کے کھڑا کیا اُس کو

باتیں کرنے لگی چراغ کے پاس
تاکہ بچے پہ کچھ نہ آئے ہراس

اتفاقاً نگہ جو چُوک گئی،
دوسری سمت دیکھنے جو لگی

پائی غفلت ذرا سی اُسنے جو
جا کے پکڑا چراغ کی لو کو

جل گئے دونوں ہاتھ، ماری چیخ
بن گئیں انگلیاں کباب سیخ

درد کے مارے تلملانے لگا
انگلیاں ہاتھوں سے دبانے لگا

ماں نے دیکھا جو اُسکو یوں روتے اُسکے ہاتھوں کے اُڑ گئے طوطے
گئے اُسکے رہے سہے اوسان ہوگیا وہ، نہیں تھا جسکا گمان
دل دھڑکتا تھا، اشکبار تھی وہ بچّہ سے زیادہ بیقرار تھی وہ
کپکپاتی ہوئی وہاں سے اُٹھی اونگلیوں پر لگا یا اُسکے گھی
گود میں لے کے اُسکو ٹہلایا اچھی باتوں سے اُسکو بہلایا
جب کہیں جاکے چپ ہوا بچّہ پا کے آرام سو گیا بچّہ
رات بھر ماں کو جاگتے گذری نہ پلک سے پلک لگی اُس کی
ہوا بیٹھے بٹھائے کیا نازل اپنے ہاتھوں دُکھایا اپنا دل
جاہلیت کا اک تماشا ہے خود کئے کا علاج ہی کیا ہے
اب کریں گی نہ اپنے دلکو اُداس اب نہ آئینگی وہ چراغ کے پاس

پاس آنے نہ دیں مصیبت کو
یاد رکھیں وہ اس نصیحت کو

―――――― ›‹ ――――――

بہادُر لڑکا

چند چرواہے رہا کرتے تھے دریا کے قریب
جانوراُن کے چرا کرتے تھے دریا کے قریب
ایک چرواہے کا لڑکا ایک دن جنگل کے پاس
گائیں اپنی تھا چراتا - ہو گیا تھا خشک گھاس،
چڑھ گیا اک پیڑ پر وہ، جو کہ تھا سب سے بڑا
اُس نے دیکھا، ہے دھواں دریا کی پُل سے اُٹھ رہا
تو اُتر کر پیڑ سے پُل کی طرف وہ چل دیا،
سوچ کر یہ، دیکھوں جا کے پُل پہ ہے کیا ہو رہا
وُہ سمجھتا تھا اسے بھی کام اپنے کھیل کا،
اُس نے دیکھا، جل رہا ہے خوب ہی پُل ریل کا
ریل بھی تھی آنے والی دے رہی تھی سیٹیاں
اب تو عقل و ہوش کا اُسمیں نہ تھا نام و نشاں

اُس نے سوچا، ریل آئی اور دریا میں گری!
خاک میں مل جائیگی بس سینکڑوں کی زندگی
موت رُک سکتی ہے اتنے لوگوں کی مجھہ سے اگر
تو بُرا ہے، میں رہوں خاموش اسکو دیکھہ کر
ایسی صورت کیجئے پُل تک نہ ہرگز ریل آئے
وہ وہیں ٹھری رہے، نقصان کچھہ ہونے نہ پائے
ریل کو دیکھا تو ہوش اسکے اُڑے پھر اور بھی
اب کہاں تھا وقت اتنا کیجئے کچھہ غور بھی
وہ سڑک پر ریل کی پہنچا، چلا پھر دوڑ کر،
اُس طرف کو، جسطرف سے ریل آتی تھی نظر
اپنے دونوں ہاتھہ پھیلائے کھڑا تھا سامنے
وہ سڑک کے بیچ میں تھا، آگیا تھا سامنے
تاکہ اُس کو دیکھہ کر یہ ریل رُک جائے وہیں
پُل پہ کچھہ خطرہ سمجھہ کے آگے پھر آئے نہیں،
ریل والے نے جب اُس لڑکے کو دیکھا غور سے

رحم اُس کو آگیا - سیٹی بجائی زور سے
اُس کا یہ منشا تھا وہ اُسکو نہ سمجھے کوئی کھیل
ورنہ اُسکو پیس ڈالے گی کچل ڈالے گی ریل
ریل کی پھر چال کو اُس نے بہت ہلکا کیا
لیکن اس پر بھی نہ وہ لڑکا وہاں سے ہل سکا
چیونٹی کی چال چلتے چلتے تھم جاتی ہے ریل
اتنی جلدی کس طرح رُک جائیگی سمجھے ہو کھیل
آہ لو ظالم وہ آ پہنچی وہ آئی اُس کے پاس
لیکن اُس لڑکے کو اب بھی تو نہیں خوف وہراس
وہ بہادر ہاتھ پھیلائے کھڑا ہے سامنے
کچھ نہیں ہے اُسکو دہشت کہ کیا ہے سامنے
آگئی وہ اور کچل کچلا کے اُسکو رکھ دیا،
اک ذراسی دیر میں وہ جان سے اپنی گیا
ہوگئی تھی چال ہلکی پہلے ہی سے ریل کی،
آئی وہ نزدیک پل کے اور آکر تھم گئی

اُترا جب انجن چلانے والا انجن سے وہاں
اور مُسافر بھی اُتر آئے کہ کیا ہے درمیاں!

کس لئے گاڑی رُکی کیا شے ہے پہیوں میں اڑی
چلتے چلتے ہو گئی وہ بیچ میں کیونکر کھڑی

دیکھتے کیا ہیں کہ شعلے ہر طرف ہیں اُڑ رہے
اور پُل ہے جل رہا انگارے ہیں پھیلے ہوئے

اب سمجھ میں سب کی آیا کیوں تھا وہ لڑکا کھڑا
اور اپنی بات پر تھا کس لئے ایسا اڑا

اُس بہادر لڑکے نے کیوں جان دی کیوں مر گیا
کیوں نہ سیٹی ریل کی سُن کر وہ دلمیں ڈر گیا

تن کباب سیخ بن جاتا مزہ پاتے بہت
وہ نہ جاتا جان سے تو جان سے جاتے بہت

اب نہیں باقی رہا دُنیا میں کچھ اُسکا نشاں
کتنی سو جانیں بچائیں اُس نے دیکر اپنی جاں
پیارے بچے نے بچایا اس طرح سب کارواں

اپنی ننھی جان کو قربان کر ڈالا وہاں،
کام کرنے آیا تھا وہ کام اپنا کر گیا
مرنے والا مر گیا اور نام اپنا کر گیا

باپ بیٹوں کو وصیت کرتا ہے

(از ٹامس لواچ)

میرے بیٹو؟ اب میں اس دنیا سے ہوں منہ موڑتا،
اور ترکہ میں ہوں کیا کیا چیزیں دیکھو چھوڑتا،
گو تمہارے واسطے ہوں چھوڑتا سامان میں
لیکن اپنے دل میں لے جاؤنگا یہ ارمان میں،
یہ تمہارے پاس سے ہو جائیگا جلدی فنا
یہ تو ہو تم بھی سمجھتے پاس ہے کس کے رہا
چھوڑے جاتا ہوں نصیحت میں تمہارے واسطے

زندگی جس سے بسر ہو وہ بتاؤں مشورے
تم گرہ میں باندھ رکھو، اور حفاظت سے رکھو
کام تم جو کچھ رکھو اپنا نصیحت سے رکھو
مشورہ وہ چیز ہے جس کو ہمیشہ ہے بقا
دوست اور ماں باپ اور اسباب سبکو ہے فنا
ہاتھ سے اپنے نہ جائے رکھو عزت کا خیال
خرچ کرنے میں رہے ہردم کفایت کا خیال
نیکی اور مردانگی دُنیا میں تم حاصل کرو
اچھی نیت اپنے ہر اک کام میں شامل کرو
جس سے تم نیکی کرو، بدلہ نہ چاہو اُس سے تم
جس کی تم محنت کرو عیوض نہ مانگو اُس سے تم
گر یتیموں اور بیواؤں کا دیکھو حالِ بد،
تم سے ممکن ہو جہانتک اُن کو پہنچاؤ مدد
تم رکھو ہر وقت مذہب کی حفاظت کا خیال
چاہیے ہر وقت تم کو ملک و ملت کا خیال،

ملک پر گر جان بھی قربان کر دو تو ہے کم
سب سے پہلے دستگیری پر اُٹھانا تم قدم
(اپنے حق مانگو حکومت سے رکھو اسکا خیال
ورنہ ہو جائیں گے غفلت سے تمہاری پائمال)

کام کو پہلے سمجھ لو، پھر دلیری سے کرو
حق پہ تم زندہ رہو اور جب مرو حق پر مرو
شادی کرنے کے لئے بی بی کرو گر انتخاب
یاد رکھو اچھی بی بی سے رہو گے کامیاب
خاکسار اور پارسا عورت کو تم ترجیح دو
ایسی عورت پر جو حُسن ظاہری میں فرد ہو
خوشنما ہوتے ہیں صورت میں کنول کے پھول گو
لیکن اُن میں کچھ نہیں بو باس، صورت دیکھ لو
اچھی اچھی صورتیں ہو جاتی ہیں جلدی خراب
تم کو اُس بی بی کا کرنا چاہیئے بس انتخاب
جو کہ اچھی طرح رہتی ہو، سمجھ رکھتی ہو خوب

وہ نہ ہو، جو لائے دولت، اور ہوں اسمیں عیوب
وہ ہے ایسا شہد کڑواہٹ بہت رکھتا ہے جو
اپنے امکاں میں جو بچ سکتے ہو تم، اس سے بچو
ایسے ہی کرتے رہو تم دوستوں کا انتخاب
معتمد اپنا بنانے سے کرو تم اجتناب
یہ ہے ممکن، رکھے اک شیریں زباں مکّار دل
اور اس سے ہو تمہارا خود بخود بیزار دل
میرے بیٹو؟ تم مصیبت کا رکھو پہلے خیال
تاکہ آجائے نہ اس سے زندگی میں کچھ ملال
سب سے پہلے انتخاب اپنی ضرورت میں کرو
دوستوں کی آزمایش تم حقیقت میں کرو
ہوں تمہارے دوست گر تم سے زیادہ مالدار
دوستی کا تم کرو اُن کی نہ ہرگز اعتبار
چیونٹی سے گرمیوں میں جمع کرنا سیکھ لو
شہد کی مکھی اکٹھا کر رہی ہے شہد کو

گھبرانا سیکھو گرمی میں ابابیلوں سے تم
آگے جب مشکل پڑے تم عقل کو کرنا نہ گم

پوری ہو جائے ضرورت اور کفایت سے رہو
اور غربت میں نہ تم اپنی حماقت سے رہو

تم گھمنڈ سے تو بچو، ہر چند ہو مال دار
مال داری میں مگر اپنا نہ کھونا اعتبار

چھوڑ دو گے تم اگر دنیا، اگر مر جاؤ گے
بعد مرنے کے بڑی عزت میں خود کو پاؤ گے

ہو گی دنیا میں تمہاری شان و عظمت آشکار
ہو گی دنیا میں تمہاری قدر عزت آشکار

فتح سے منسوب ہو جاتی ہے بالآخر شکست
شک نہیں اس میں کہ دنیا ہی بڑی مردہ پرست

سچائی کا زور

عارفِ کامل تھے محی الدین پیرِ دستگیر
مانگتے ہیں بھیک جنکے نام سے اکثر فقیر
شیخ عبدالقادرِ جیلانی اُن کا نام تھا
رات دن تسبیح اور درود وظائف کام تھا
انکی ساری زندگی گذری ہے حق کی یاد میں
ہیں بہت مشہور، اُن کی قبر ہے بغداد میں
ہر برس جاتے مسلماں ہیں زیارت کے لئے
درحقیقت وہ جگہ ہے اک نصیحت کیلئے
اُن کی سچائی کا اک دلچسپ قصہ ہے سُنو
یہ نصیحت جسمیں ہے، جو کچھ کہو، سچ سچ کہو

شوق بچپن ہی سے اُن کو ہو گیا تھا علم کا
کر کے کچھ ہمت انھوں نے اپنی اماں سے کہا
آپ مجکو دیں اجازت تاکہ میں بغداد جاؤں
اور وہاں جا کر پڑھوں اک روز عالم بنکے آؤں
شہر سے اُنکے بہت تھا فاصلہ بغداد کا
آنے جانے والے دل رکھتے تھے اک فولاد کا
اُس زمانہ کا سفر ہوتا تھا مشکل کس قدر
جس زمانہ میں نہ تھیں آسانیاں کچھ اس قدر
دیکھ لیجے ہر جگہ اونٹوں کے قدموں کے نشاں
تھیں کہاں اُسوقت میں یہ ریل اور یہ گاڑیاں
لاد کر لیجاتے تھے سامان اونٹوں پر تمام
پانی اور سایہ کا کوسوں تک نہیں ہوتا تھا نام
اور اکھٹے ہو کے جاتے تھے بہت سے آدمی
تاکہ کچھ خطرہ میں پڑ جائے نہ اُنکی زندگی
تھے مہینوں میں پہنچتے منزل مقصود پر

ڈاک کا کچھہ سلسلہ تہا اور نہ تھے یہ تار گھر

جس سے کچھہ پردیس میں رہکر نہ گھبراجائے جی

خیریت بچھڑے ہوؤں کی اس سے ملجائے کبھی

ہوگا کس ماں کا بھلا کہئے تو لوہے کا جگر

کالے کوسوں دور ہو نظروں سے جب نور نظر

علم ہی کے واسطے تہا چوں کہ یہ پہلا سفر

اس لئے ماں نے بنایا اپنا پتھر کا جگر

اور لیکر نام اللہ کا کیا رخصت اُنہیں

کر رہی تھی گو بہت بیچین یہ فرقت اُنہیں

کہانے پینے کی تہیں کچھہ چیزیں جو کین بیٹے کیساتھ

یہ سفر میں تا کسی کے آگے پہیلائے نہ ہاتہہ

کچھہ روپے بھی خرچ کرنے کیلئے اُن کو دیئے

راہ میں چوری چکاری کا جو ڈر تہا، اسلئے

بند کر کے صدری کے استر میں اُن کو سی دیا

شیخ کی پیشانی کو چوما، محبت سے کہا

"تم سے میں اک بات کا اقرار لیتی ہوں اگر
اُسکو پورا کر سکو، پھر کچھ نہیں مجھ کو خطر"
یہ کہا بیٹے نے، "میں حاضر ہوں جو کچھ حکم ہو
میں بجالاؤں گا اُسکو آپ اب بتلائیں تو"
انکی اماں نے کہا "ہر وقت تم سچ بولنا
جھوٹی باتوں پر نہ تم اپنی زباں کو کھولنا"
کرکے وہ اقرار اپنی ماں سے یہ، رخصت ہوئے
دوسرے ہمراہیوں کیساتھ ہیں وہ چل پڑے
سب مسافر رات اور دن کرتے جاتے تھے سفر
ہوگیا اُن کا کسی جنگل میں اک دن جب گذر
ڈاکوؤں نے آکے گھیرا رات کو سب قافلہ
قافلہ والوں کو لڑنے کا نہیں تھا حوصلہ
اُن کا سب اسباب لوٹا، اور اُنھیں زخمی کیا
شیخ کے بھی پاس آیا ایک ڈاکو، اور کہا
"لڑکے کچھ کہتا ہی تو، کچھ مال بھی ہی تیری پاس

جب اُنھوں نے یہ کہا "ہاں کچھہ روپیے ہیں میرے پاس"
تو یہ سُن کر ہنس دیا ڈاکو، وہ سمجھا جھُوٹ ہے
یہ تو خود محتاج ہے کیا ہونگے پاس اسکے روپئے
ایک ڈاکو اور آیا اور وہی اُس نے کہا
اور ایسی جھُوٹ سُنکر شیخ کی وہ ہنس پڑا
الغرض آئے کئی ڈاکو مگر نادان تھے
جب تو باتیں شیخ کی سُنکر وہ سب حیران تھے
شیخ کو پھر لیگئے جلدی سے وہ افسر کے پاس
دیکھتا تھا جو کھڑا یہ حال اپنے گھر کے پاس
پوچھا افسر نے "کہاں ہیں وہ روپئے ہم کو دکھا"
شیخ نے صدری کا استر کھول کر دکھلا دیا
ڈاکوؤں نے دیکھا لڑکے نے نکالے وہ روپئے
اور زمیں پر پھینک کر بولا "اُٹھالے یہ روپئے"
سارے ڈاکو اُسکی اس سچائی پر حیران تھے
اُسکی اس حالت پہ اور دانائی پر حیران تھے

دیکھکر صورت کو انکی پھر یہ افسر نے کہا
جانتا تھا کیا نہیں، اس بات سی واقف نہ تھا
یہ روپئے چھن جائینگے معلوم ہو جائینگے جب
ایک پائی بھی رہیگی جیب میں پھر تیرے کب
کیا سمجھہ کر تو نے سچ سچ کہدیا یوں برملا،
ہمکو بھی معلوم ہو، تب شیخ نے اُس سے کہا
میں سفر کیواسطے تھا گھر سے جب چلنے لگا
میری اماں جان نے وعدہ تھا یہ مجھہ سے لیا
تو ہمیشہ بولنا سچ گو مصیبت تجھہ پہ آئے
بھول کر بھی جھوٹ تیرے ہونٹھہ تک آنے نہ پائے
گو سمجھتا تھا کہ یہ میرے روپئے چھن جائیں گے
جاکے پھر واپس نہ میری جیب میں یہ آئیں گے
لیکن اپنی ماں سے جو اقرار تھا میں نے لیا
توڑ دیتا میں اگر اُسکو تو تھا بے شک بُرا
چوروں کے سردار کے دل پر پڑا اسکا اثر

ساتھ والوں سے کہا یہ سرد آہیں کھینچ کر
جسقدر اس کو ہے اپنے ماں کے کہنے کا خیال
اور روپیوں کے جانیکا ہرگز نہیں اسکو ملال

کاش ایسا ہی خدا کا مجھکو بھی ہوتا خیال
اور میرے دلمیں رہتا اُسکے وعدے کا خیال
تو بہت اچھا تھا، اِن کاموں میں پڑتا ہی نہیں
خوف سے دل کانپ اُٹھتا اُنکو سنتا ہی نہیں

یہ کہا اور شیخ کے قدموں پہ رکھا اپنا سر
صدق دل سے توبہ بھی کی ہاتھ اُنکے چوم کر
اور ڈاکو بھی بہت نادم ہوئے اور توبہ کی
اور کیا اقرار پھر ڈاکہ نہ ماریں گے کبھی

دیکھو اک بچے کی سچ سچ بات نے کیا کر دیا
کسقدر خوفِ الٰہی ان کے دل میں بھر دیا
بچ گئے کتنے گناہوں سے، مسلماں ہو گئے
اور کئے سے اپنے وہ آپ ہی پشیماں ہو گئے

کتنی تکلیفیں اُٹھائی ہیں سفر میں جب کہیں
علم بھی حاصل کیا وہ کچھہ، نہ تھا جسکا یقیں
علم حاصل کرکے اتنا پھر وہ آئے اپنے گھر
اور لوگوں کو سکھایا، آئے تھے جو سیکھہ کر
اک زمانہ جانتا ہے انکو اپنا دستگیر
آج تک دُنیا میں ان کا نام ہے پیران پیر